بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اِس شمارے کی اشاعت کے جلد ہی بعد دسمبر ۱۹۸۳ء کے پہلے ہفتے میں اُس مبارک مہینے کا آغاز ہو رہا ہے جس میں دُنیا کا سب سے بڑا انسان، سیّدِ انسانیت اور محسنِ عالم مکہ میں پیدا ہوا۔ اور جس کے پیغام نے چند برس میں زندگی کی کایا پلٹ دی۔

تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اُس کی یاد تازہ کرنے کے لیے جلسے منعقد کرو، کون تمہیں روکنے والا ہے کہ اُس کی والہانہ محبت میں جلوس نکالو، تم نعتیں پڑھو، تقریروں اور لیکچروں کا انتظام کرو، اور جس جس طریق سے جائز حدود میں خوشی منائی جاسکتی ہو مناؤ، خوشبوؤں اور روشنیوں اور رنگوں کی چار طرف لہریں اُٹھا دو۔

یہ سب کچھ تمہیں کرنا ہے، دُنیا بھر میں جشنِ میلاد کسی نہ کسی طرح منایا جاتا ہے، صحیح طریقوں سے بھی منایا جاتا ہے، غلط طریقوں سے بھی منایا جاتا ہے، مگر سارے طریقوں میں ایک جذبۂ محبّت کارفرما ہوتا ہے۔ اور یہ جذبۂ محبت جن بہترین الفاظ میں ڈھل جاتا ہے، وہ ہیں:

اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا ومولینا محمدٍ وعلیٰ اٰل سیّدنا ومولینا محمدٍ وبارک وسلّم!

ربیع الاول کی برکت سے، تقریروں اور نعتوں کے اثر سے، نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور کام کی یاد سے اثر لے کر تھوڑی سی تبدیلی اپنے دل میں پیدا کرو۔

اتنی تبدیلی کہ جس کے اثر سے تم اپنی ہستی کے گرد چڑھے ہوئے گندگی کے اس خول کو اُتار پھینکو جس کو غلطی سے تم نے سرمایۂ عزت سمجھ رکھا ہے۔

تم نے سروں پر غلاظتوں کے ٹوکرے اُٹھا رکھے ہیں۔ مگر یہ سمجھتے ہو کہ عمر بھر کی محنت سے تم نے گوہر و مرجان سمیٹے ہیں۔

تمھیں ربیع الاول کا مہینہ اتنا ایمانی احساس دے کہ ظلم و گناہ سے حاصل کردہ سکوں کی جلن تم محسوس ہونے لگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کم سے کم اتنی محبت تم میں جاگ اُٹھے کہ حرام کا لقمہ منہ میں رکھتے ہی معلوم ہو کہ کو دہکتا انگارہ زبان پر رکھ لیا ہے۔

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرگشتگی کی سعادت رکھنے والو! کیا تم کو کبھی فتنۂ تہذیبِ مادیت کے اس اژدہا کے پھنکاریں ناگوار گذریں جو تمھاری طرف مسلسل پھنکار رہا ہے؟ کیا تمھیں نظریاتِ فاسدہ کے ان کیڑوں مکوڑوں کی نحوست سے نفرت ہوئی جو تمھارے دماغوں کی نسوں میں اپنے زہریلے ڈنک اور ریشے اُتارے ہوئے ہیں؟ کیا تمھیں کبھی اُن ناپاک رنگین فتنوں کی جونکوں کو دیکھ کر کرب محسوس ہوا، جو تمھارے ایمانی وجود سے مسلسل خون چوس رہی ہیں؟ کیا تمھیں ان عصبیتوں کے جام ہائے زہریں کو پیتے ہوئے کبھی متلی ہوئی جو تمھاری صفوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑاتے رہنے کا سبب ہیں؟

یہ سب کچھ اگر برقرار رہنا ہے اور یہ سب کچھ اگر تمھیں عزیز ہے تو پھر میلاد و مبارک و ربیع الاول کے ماہِ سعادت اور عشقِ رسالت مآبؐ کی نور کی ندیوں سے کیا کماؤ گے؟

کیا دین رسموں کا نام ہے؟ کیا انبیاء و صلحا اسی لیے قربانیاں دیتے اور مشقتیں اُٹھاتے رہے ہیں کہ لوگ دلچسپ مشاغل کا ایک لباس خاص خاص موقعوں پر پہن لیا کریں، اور پھر زندگیاں جاہے

کسی بھی طاغوت کی ڈم تھام کر گزار دیں۔

کبھی دو لمحوں کے لیے سارے مشغلے چھوڑ کر، کنارے بیٹھ کر، دل کے سارے پاکیزہ جذبات اور دماغ کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ خاص اس مسئلے کو سوچو کہ دین کیا ہے ؟ دین کی خاص خاص تقاریب کس مقصد سے ہیں ؟ دین کیسے انسان بنانا چاہتا ہے ؟ دین کن کن اصول و اطوار کے خلاف لڑانا چاہتا ہے اور کن شعائر و اقدار کے قیام کے لیے سپاہی جمع کرنا چاہتا ہے ۔

جب تک ذہنوں کی یہ گرہ نہ کھلے گی اور دلوں سے یہ کانٹا نہ نکلے گا، اس وقت تک کوئی نظامِ حیات، کوئی انقلاب، کوئی جمہوریت، کوئی انتخاب، کوئی حکومت ہمیں ایک عظیم قوت میں نہیں بدل سکتی ۔ روپے کے انبار جمع کر لیجیے، اسلحے سے چھاؤنیاں بھر لیجیے، صنعتوں کا جال بچھا لیجیے، زمین کے ایک ایک ذرّے سے رزق کے ایک ایک خروار کا اخراج وصول کیجیے، گلی گلی عیش و تفریح کے سامان کر لیجیے، ثقافت اور کلچر کے نئے سے نئے معبد کھول لیجیے، قوم کی تمام عورتوں کو میدان میں نکال لائیے اور اُن کو پردے ہی سے نہیں، اور دوسری بہت سی پابندیوں سے بھی آزاد کر دیجیے، ہزار یونیورسٹیاں کھول لیجیے اور فرد فرد کو ڈاکٹر کریڈٹ کی ڈگریوں سے آراستہ کر دیجیے —— ہماری کمزوریاں کمزوریاں ہی رہیں گی، بلکہ کچھ کمزوریوں کی جگہ کچھ نئی اور بڑی کمزوریاں نمودار ہو جائیں گی ۔ ہمارے اندر ایک طرح کی فرومائیگی کا احساس پروان چڑھے گا ۔ ہم اپنی زندگیوں میں ایک خلا پائیں گے جیسے کسی مادی چیز سے بھرا نہ جائے گا ۔

نجات کی راہ صرف نیکی کا علم اُٹھا کر بدی کے خلاف لڑنے میں ہے اور ہمارا منصب یہ ہے کہ صرف اپنے آپ کو یا اپنی قوم ہی کو نہیں، ساری دُنیا کو جھوٹ اور ظلم و تشدد سے نجات دلائیں ۔ آدم کی ساری اولاد کو اِصر و اغلال سے آزاد کرائیں ۔ یہاں تک کہ سوائے ایک خدا کی بندگی کے، اور تمام طاقتوں کی خدائی کی زنجیروں سے انسان آزاد

ہو جائے۔

یہ ہے اصل محمدی پیغام، اور یہ ہے وہ سبق جو ماہ ربیع الاوّل سے اخذ کرنے کا ہے۔

تم اگر تاریخ کی مبارک ترین ہستی کی یاد تازہ کرتے ہو تو اس کے اس مختصر پیغام کا چراغ ذہنوں میں روشن کر لو کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں، کوئی دوسرا مالک و خالق نہیں، کوئی اور رازق و معطی نہیں، دُعائیں سننے اور سہارا دینے والا کوئی نہیں، ہدایت کا راستہ دکھانے والا کوئی دوسرا نہیں، کسی اور کا قانون اس قابل نہیں کہ راضی خوشی آدمی اُسے اپنے اُوپر چلنے دے، سوائے اس کے ہمارا کوئی دوسرا حکمران اور قسمت گر اور جزا سزا دینے والا نہیں۔

حضورؐ کے کلمہ لا الٰہ کی ان بلندیوں سے جب تم نیچے نگاہ ڈالو گے تو تم کو اگلے وقتوں کے فرعون و نمرود چیونٹیوں کے مانند حقیر دکھائی دیں گے اور آج کے فرعون اور نمرود اور شداد وں پر تم نگاہ ڈالو گے تو وہ تم کو جھینگروں اور مچھروں سے بھی کم تر محسوس ہوں گے۔ اُس وقت تم آشنا ہو گے کہ خدا نے انسان کے لیے "کرّمنا" کا جو لفظ استعمال کیا ہے اور خلافت کا جو تاج اُسے پہنایا ہے وہ ایک سچے خدا پرست کو کتنی بڑی عظمت عطا کرتا ہے۔

تم اس دعوت کو اپنے اندر جذب کر کے کیوں نہیں بے تاب ہو جاتے کہ اپنے گھر اور محلے اور شہر اور ملک کے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس کو پہنچائیں گے۔ یہاں تک کہ اس راہ میں "طائف" کے پتھروں کے وار بھی اگر سہنے پڑیں گے تو اس لیے سہیں گے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے کلمۂ حق کے علمبردار ہیں۔

ساتھیو اور بھائیو! تم ربیع الاوّل کی تو خوب رونق افزائی کرتے ہو، مگر اس تحریک کو کیوں لے کر نہیں چلتے جس کے اثر سے حضور انورؐ نے کنیزوں اور غلاموں تک کو لُٹنے

بلند کردار کا مالک بنا دیا تھا کہ دورِ حاضر کے حکمران اور دانشور تک اس سطح تک نہیں پہنچ سکتے۔

تم باطل کے خلاف اُس جہاد کو برپا کرنے کے راستے پر کیوں نہیں چلتے جس نے ایک فرسودہ طاغوتی نظام کے سرفروش محافظوں کی شاندار اور خوف ناک قوت کو خدا کے بے سروسامان سپاہیوں کی قلیل تعداد (جس کو اسلحہ ورسد کی قلت کا بھی سامنا رہا) کے ہاتھوں تہس نہس کرادیا۔

آخر تم اذیتوں کے مختلف دور گذارنے اور نسل در نسل ظلم کی چکیوں میں پسنے کے باوجود کیوں اُس جہانِ نو کی تعمیر کا انقلابی کارنامہ انجام نہیں دیتے جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا۔

کوئی ہے جو ربیع الاوّل کے ماہِ پُرسعادت کا سندیسہ سُنے اور قبول کرے؟

اُوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے، اُس کی روشنی میں آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بہ حیثیت مسلمان ہمارا ہدف مقصود کیا ہے؟ اسی ہدفِ مقصود تک پہنچنے کے لیے ہم نہایت گندی سیاست کے سمندر میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور اخلاق سوز انتخابی فضا کے خارزار سے گذر رہے ہیں۔ کیا بتائیں کہ کیسے کیسے جذامی کرداروں سے سابقہ پڑتا ہے۔

ہماری اس "سیاست برائے دین" پہ معترض اعتراض کر سکتے ہیں ـــــ اور کیا بھی گیا ہے ـــــ مگر انہیں غلط فہمی یہ ہوئی کہ شاید ہم نے اِسی سمندر کی گندگی کو مقصود بنا لیا ہے۔ اور شاید یہ پیش افتادہ خارزار ہی ہماری منزل ہے۔ ان کو اندازہ نہیں کہ ہم اس گندگی سے لڑائی لڑنے کے لیے ایک لمبا منصوبہ لے کے اُٹھے ہیں۔

دوستو! سمجھو ـــــ یہ تو وہ جنگلے اور باڑیں ہیں جو ہمارے اصل مقصود کی راہ میں حائل ہیں۔ ایک صورت یہ تھی کہ ہم اُن کو پھلانگنے کے خطرناک ارادے کے بجائے ویسے ہی ورسے "حق را بسجودے و نبی را بدرودے" کے مسلک پر عمل پیرا رہ کر عمر بسر گذار دیتے اور آئندہ نسلوں کو بھی یہی سکھاتے کہ بس تبلیغ کیے جاؤ، اور لوگوں کو بیعت کے حلقے میں لیے جاؤ۔

جی نہیں، ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے جس چمنستان تک

پہنچنا ہے، اس سے ہماری نگاہیں ایک لمحے کے لیے بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتیں، مگر ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہاں تک جانے کے لیے کئی باڑوں اور جنگلوں کو لانگنا ضروری ہے۔ اور ایسا کرنے میں ہمارا خیال یہ نہیں کہ آدمی کے ایمان و تقویٰ میں کوئی کمی آجاتی ہے۔

لہٰں یہ درست ہے کہ جو شخص دُنیا اور معاشرے اور سیاست کی غلاظتوں سے لڑتے ہوئے خود ہی اُن سے متاثر ہو جائے، جو بہترین اخلاقی قدروں کے دیئے جلانے کے بجائے خود اپنی ہی متاعِ اخلاق گنوا بیٹھے، جو بد زبانی کو شعار بنا لے، جو مار دھاڑ کے مشاغل میں کھو جائے، جو مقصدی رفیقوں کی محبت گنوا بیٹھے، جو اپنے لیے عہدہ یا چودھراہٹ حاصل کرنے کے جنجالوں میں مبتلا ہو جائے، جو اپنے ہی ساتھیوں میں نجویٰ اور غیبت اور چغلی کے ذریعے اپنے چند دوستوں کو ساتھ ملا کر جتھا بندی کرے اور پھر مسلمان کی بصیرت سے سوچنے کے بجائے بگٹٹ کسی غلط راستے پر بھاگ کر خود بھی کسی گڑھے میں جا گرے اور ساتھیوں کو بھی گرائے ـــــ تو اس قسم کے لوگ "سیاست برائے غلبۂ دین" کے میدان میں چند ہی تجربات کے بعد نا اہل ثابت ہو جاتے ہیں۔

وہ لوگ جن کا نہ مطالعۂ اسلام ہو، نہ جن کی فکری و اخلاقی تربیت ہوئی ہو۔ وہ سیاست کے دائرے میں اگر ذرا سا موقعِ مفاد بھی پالیں تو سب سے بڑھ کر اپنے لیے مفاد سمیٹتے ہیں، نیز اگر انہیں کسی نیک دل خدمت کیش صاحبِ اثر سے بے تکلفی کا موقع مل جائے تو جائز و ناجائز کام کرانے کے لیے اس کا ناطقہ بند کر دیں۔

ہم ان سارے خطرات کو سامنے رکھ کر سیاسی دائرے میں غلبۂ دین کے لیے تگ و تاز چاہتے ہیں۔ ہمیں جوڑ توڑ کے جوہر کی مہارت سے زیادہ راستبازی اور جذبۂ خدمت مطلوب ہے۔ ہماری تحریک یہ چاہتی ہے کہ ہم سیاست یا جس بھی میدان میں جائیں، ہمارا آدمی یا محمدی سپاہی الگ شان سے پہچانا جائے اور ہر کوئی محسوس کرے کہ یہ ان خداپرست فاقہ کشوں اور صداقت شعاروں کا پیروکار ہے جنہوں نے بغیر کسی اخلاقی پستی کے روم و ایران کے تمدنوں کا تختہ اُلٹا دیا تھا۔